بِسۡمِ اللّٰہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیۡم ہ

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمدؑ نے ۱۸۸۹ء کے ماہ مارچ میں بمقام لدھانیا الہامات ربانی کے ما تحت جماعت احدیہ کی بنیاد ڈالی اور آپؑ نے سعید روحوں کو بیعت کی دعوت دی. آپؑ کی اسلامی خدمات اور تقوٰی اور نیکی کی بنیاد پر کثرت سے نیک لوگوں کا آپؑ کی طرف رجوع ہونا شروع ہوا. اس زمانہ میں مسلمانوں کی مذہبی فضا کافی حد تک آپؑ کی تائید میں تھی کہ یکا یک ۱۸۹۰ء کے اواخر میں خدا تعالٰی کی طرف سے آپؑ پر یہ انکشاف ہوا :

۱ ۔ مسیح ابنِ مریم فوت ہوچکا ہے. (ازالہ اوہام ۴۰۲، روحانی خزائن جلد نمبر ۳)

اس امر کو جب آپؑ نے دنیا کے سامنے پیش کیا. تو دنیا آپؑ کی مخالفت پر تُل گئی. خصوصاً مسلمان علماء نے تو آپؑ پر اور آپؑ کی جماعت پر کفر کے فتوے تک لگائے. اس زمانہ کے علماء نے آپؑ کے مقابلہ پر حیاتِ مسیح ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا. لیکن آپ نے تحدّی کے ساتھ اس مسئلہ کو پیش کیا اور لکھا کہ آخر دنیا کے لوگ وفاتِ مسیح کے مسئلہ کو ماننے پر مجبور ہوں گے. کیونکہ اسلام کی زندگی اسی میں ہے کہ مسیح ناصریؑ کی وفات کو ثابت کیا جائے. اور آپؑ نے اعلان کیا کہ مسلمانوں کا یہ رسمی عقیدہ کہ مسیح ناصری حضرت عیسٰیؑ آخری زمانہ میں آسمان سے بجسدِ عنصری اتریں گے اس سے مراد یہ تھا کہ امّتِ محمدیّہ کا ایک فردمسیحی صفات لے کر دنیا میں آئے گا. اور اس کے ذریعہ سے اسلام دنیا میں ترقی کرے گا. اور وہ مَیں ہوں اور عیسٰیؑ

کا بنفسِ نفیس دوبارہ دنیا میں آنا ایک امرِمحال ہے.
وہ تو وفات پا چکے ہیں . آپؑ نے قرآن و احادیث،
عقل و نقل اور ازروئے تاریخ، دلائل تحریر فرما کر نہ
صرف وفاتِ مسیح کوثابت فرمایا بلکہ حضرت مسیحؑ
کا مدفن بھی کشمیر میں ثابت کر دیا.

وفات و حیات مسیح ناصریؑ کے عقیدہ کی اہمیت اور ضرورت :

مسئلہ وفات و حیات مسیحکو دو لحاظ سے اہیت حاصل ہے. اول اس لئے کہ چونکہ مرزا صاحبؑ بانی سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا ہے اس لئے جب تک پہلے مسیح کی وفات ثابت نہ کی جائے آپؑ کا دعویٰ قابل قبول نہیں ہو سکتا ، کیونکہ جس منصب کا مرزا صاحبؑ کا دعویٰ ہے جب تک اس کی کُرسی خالی نہ ہو حضرت مرزا صاحبؑ کی سچائی کے متعلق دل مطمئن نہیں ہو سکتا. لہٰذا ضروری ہے کہ سب کہ سب سے پہلے اِس روک کو دور کیا جائے. دوسرا اس لحاظ سے کہ دنیا کا بیشتر حصہ عیسائی مذہب کا پیروکار ہے اور وہ مسیح ناصریؑ کو خدا کا بیٹا جانتے ہیں اور ان کا اعتقاد ہے کہ حضرت مسیحؑ چند سال دنیا میں گزارنے کے بعد پھر آسمان پر واپس چلے گئے اور وہاں زندہ موجود ہیں اور خدا کی خدائی میں شریک ہیں. ادھر مسلمانوں کا حیاتِ مسیح کا رسمی عقیدہ بھی عیسائیوں کی امداد کرتا تھا. لہٰذا الوہیتِ مسیح کے بطلان کیلئے بھی ضروری ہے کہ مسیح کی وفات ثابت کیجائے. ان دو وجوہ کی بناء پر ضروری ہے کہ قرآن و حدیث، عقل و نقل کی روح سے اس مسئلہ کو صاف کرکے مخلوقِ خدا کی ہدایت کا سامان مہیا کیا جائے اور عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام کا بول بالا ہو.

ہم اختصار کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے یہاں صرف نو آیاتِ قرآنی اور چار احادیثِ نبویہؐ اور پانچ امّت کے اکابر کی شہادت پیش کرتے ہیں جنکی رو سے وفاتِ مسیحؑ کا مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے. اور آخر میں اس مسئلہ کے سمجھنے میں جو شبہات اور رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں انکا ازالہ بھی کریں گے.

قرآنی دلائل :-

پہلی دلیل : قرآن مجید میں اللّٰہ تعالٰی فرماتا ہے :
وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ. اَفَاۡئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ (اٰلِ عمران:۱۴۴)
ترجمہ: اور محمد صرف ایک رسول ہیں. ان سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں. پس اگروہ وفات پا جائیں یا قتل کیئے جائیں توکیا تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے ؟
استدلال : یہ آیت صاف طور پر بتاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے پہلے تمام نبی فوت ہو چکے ہیں اور ظاہر ہے کہ مسیح ناصریؑ بھی ایک رسول تھے جو چھ سو برس نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے پہلے مبعوث کئے گئے تھے. پس لامحالہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ بھی اس آیت کی رو سے فوت ہو چکے ہیں.
اگر کوئی اعتراض کرے کہ لفظ قَدۡ خَلَتۡ کا ترجمہ (گزر گئے) ہے نہ کہ (فوت ہو گئے) تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ لغت عربی کی مستند کتاب تاج العروس میں لکھا ہے کہ خَلَا فُلَانٌ : اِذَا مَاتَ یعنی فلاں شخص گزر گیا کے معنی ہیں کہ وہ فوت ہو گیا.
دوسرا یہ کہ مرزا صاحبؑ سے پہلے مسلمان بزرگوں نے بھی اس کے معنے وفات دینے ہی کئے ہیں . چنانچہ

مشہور عالمِ دین حافظ محمد صاحب اپنی تفسیر محمدی میں اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں:۔

یعنی جویں پیغمبر گزرے زندہ رہیا نہ کوئی
تیویں محمدؐ رہے نہ دائم موت بندے سر ہوئی
(تفسیر محمدی ص ۳۲۰)

(تیسرا) اس آیت میں خود اللہ تعالیٰ نے خَلاَ کے معنوں کی تعین کر دی جیسا کہ فرمایا: اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ
یعنی اگر محمدؐ طبعی موت سے مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں: تو گویا اس جگہ لفظ خَلَتْ کے معنی لازمی طور پر ان دو صورتوں میں سے ایک ہونے چاہئیں یعنی یا تو یہ کہ وہ طبعی موت سے مر گئے اور یا وہ قتل ہوئے. الفاظ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ صاف بتلا رہے ہیں کہ گزشتہ انبیاء کا گزر جانا دو صورتوں میں ہوا یا قتل ہوئے یا طبعی موت سے. اب جبکہ حضرت مسیحؑ کے بارے میں خدا تعالیٰ نے دوسری جگہ وَمَاقَتَلُوْہُ فرما کر فیصلہ کر دیاکہ وہ قتل نہیں ہوئے لہٰذا ایک ہی صورت رہ گئیکہ وہ طبعی موت سےمرگئے.

وفات مسیح پر صحابہ کا اجماع :۔

(چوتھا) اس آیت کے معنے اور بھی زیادہ واضح ہو جاتے ہیں جب ہم اس کو ایک مشہورتاریخی واقعہکی روشنی میں دیکھتے ہیں. بخاری شریف میں لکھا ہے کہ جب نبیکریم صلیاللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت عمرؓ ابھی تک آپؐ کو زندہ ہی سمجھ رہے تھے اور کہتے تھے کہ آپؐ پھر واپس آجائیں گے اور کفار اور منافقین کا قلع قمع کریں گے. وہ اپنے اس خیال پر اس قدر جمے ہوئےتھےکہ انہوں نے تلوار کھینچ

کر اعلان کرنا شروع کیا کہ جو کوئی بھی نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو فوت شدہ کہے گا میں اس کی گردن اڑا دونگا. اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کھڑے ہو گئے اور صحابہؓ کے سامنے یہی آیت پڑھی کہ

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ. اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ (اٰلِ عمران: ۱۴۴)

یعنی : اور محمد صرف ایک رسول ہیں. ان سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں. پس اگروہ وفات پا جائیں یا قتل کیئے جائیں توکیا تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاوٴ گے؟ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ پر اس بات کے سسنے سے اس قدر غم طاری ہوا کہ وہ زمین پر گر گئے کیونکہ انہوں نے اس وقت محسوس کر لیا کہ وفورِعشق کا کرشمہ تھا کہ وہ رسولؐ اللّٰہ کو زندہ سمجھ رہے تھے ورنہ انکے پیارے آقا بھی اللّٰہ کے صرف ایک رسول تھے جنھوں نے گزشتہ انبیاء کی طرح موت کے دروازے سے گزرنا تھا. (بخاری کتاب المناقب)

اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی گزشتہ نبی اُس وقت تک زندہ ہوتا تو حضرت ابوبکرؓ کے اِس استدلال پر کہ چونکہ پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں طبعاً سیدنا محمدؐ کو بھی فوت ہونا چاہیئے صحابہ کرامؓ ضرور اعتراض کرتے اور خصوصاً حضرت عمرؓ اور انکے ہم خیال لوگ جو آنحضرتؐ کو ابھی زندہ تصور کر رہے تھے وہ ضرور چلا اٹھتے کہ کیا بات کہہ رہے ہو؟ کیا مسیح ناصریؑ زندہ نہیں؟ لہٰذا ہمارے نبیؐ بھی زندہ ہونے چاہیئں. مگر سب صحابہؓ خاموش ہو گئے گویا صحابہؓ کا سب سے پہلا اجماع اس بات پر ہواکہ گزشتہ انبیاء تمام کے تمام فوت ہو چکے ہیں. غور کا مقام ہے کہ مسیح ناصریؑ کی وفات پر یہ کیسی صاف اور

واضح دلیل ہے.

دوسری آیت: آجکل دنیا کا بڑا حصہ مسیح کو خدا مانتا ہے اس لئے اس حیثیت میں بھی قرآن مجید ان کی وفات کا ذکر کرتا ہے. اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ لَّذِینَ یَدْعُوْنَمِنْ دُوْنِ اللّٰہِلایَخْلُقُوْنَ شَیْئًاوَّ ھُمْ یُخْلَقُوْنَ. اَمْوَاتٌ غَیْرُاَحْیَآءٍ وَّمَایَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ (سورۃ النحل :۲۰،۲۱) ترجمہ : اور جن معبودوں کو یہ لوگ اللّٰہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرسکتے. بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں وہ مردے ہیں نہ کہ زندہ اور وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے.

استدلال : دنیا میں جن لوگوں کی عبادت کی گئی اور ان کو خدا کا شریک بنایا گیا. ان میں حضرت مسیح کا نمبر پہلے درجہ پر ہے.

لہٰذا اس آیت کی رو سے جہاں سب بزرگ جن کو خدائی کا درجہ دیا گیا وفات یافتہ ثابت ہوتے ہیں وہاں حضرت مسیحؑ پہلے نمبر پر وفات یافتہ ثابت ہوتے ہیں. کیونکہ جتنی پوجا ان کی کی گئی اتنی پوجا خدا کے مقابل پر کسی دوسرے انسان کی نہیں کی گئی. لہٰذا وہ اَمْوَاتٌ غَیْرُاَحْیَآءٍ میں پہلےنمبر پر داخل ہیں یعنی وہ مردہ ہیں نہ کہ زندہ اور نہیں جانتے کہ ان کا بعث کب ہوگا؟

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کس اس آیت سے بُت مراد ہیں . اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ اُن معبودوں کے متعلق یہ مذکور ہے وَّمَایَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یَبْعَثُوْنَ یعنی وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے.

اب ظاہر ہے کہ بعث یعنی اٹھایا جانا پتھر کے بتوں کا

نہیں ہوا کرتا بلکہ انسانوں کا ہی موت کے بعد بعث ہوگا. لہٰذا اس آیت میں انسانوں کا ذکر ہے. (دوسرا) یہاں الَّذِیْنَ کالفظ استعمال ہوا ہے جو عربی قوائد کی رو سے ذوی العقول یعنی عقل رکھنے والے جانداروں کے لئے استعمال ہوتا ہے. لہٰذا یہاں پتھر مراد نہیں ہوسکتے.

تیسری آیت ۔

اللّٰہ تعالٰے فرماتا ہے :۔

وَ مَا جعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۔ اَفَاِنْ مِّتَّ فَھُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۔ (الانبیاء آیت ۳۴)

ترجمہ: اور ہم نے تجھ سے پہلے(اے محمدؐ) کسی انسان کو خلود یعنی غیر طبعی لمبی زندگی نہیں دی. کیا یہ ہوسکتا ہے کہ تو فوت ہو جائے اور وہ زندہ رہیں ؟

استدلال :۔ دیکھو اللّٰہ تعالٰی کس قدر غیرت سے فرماتا ہے کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ تو جو اَنْفَعُ لِلنَّاسِ ہے دنیا سے رحلت کر جائے اور کوئی تجھ سے پہلے کا انسان زندہ ہو. پس ثابت ہوا. حضرت مسیحؑ تمام انسانوں کی طرح جو آنحضرتؐ سے پہلے گزرے وفات پاگئے.

چوتھی آیت :۔

قرآن مجید فرماتا ہے :۔

یٰعِیْسٰٓی اِنِّی مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَھِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْآ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ . (اٰل عمران آیت:۵۵)

ترجمہ : اے عیسٰی میں تجھے تیری طبعی موت سے وفات دوں گا. اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تجھے پاک کروں گا ان لوگوں سے جنھوں نے کفر کیا اور تیرے

متبعین کو قیامت تک تیرے منکرین پر غالب رکھوں گا.
استدلال : اللّٰہ تعالٰی فرماتا ہے . کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیحؑ کی سخت مخالفت کی اور ان کو مارنا اور قتل کرنا چاہا اور قسم قسم کی تکالیف دینا شروع کیں. تو اللّٰہ تعالٰی نے مسیح ناصریؑ سے چار وعدے کئے جو ایک خاص ترتیب میں واقع ہوئے ہیں. یعنی (۱) وفات (۲) رفع (۳) تطہیر (۴) غلبہ.
پس اسی ترتیب کے مطابق اللّٰہ تعالٰی نے پہلے حضرت عیسیٰؑ کو وفات دی پھر ان کا رفع کیا ، پھر قرآن کے ذریعہ یہودیوں نے آپ پر جو الزامات لگائے تھے ان سے آپ کو پاک کیا پھر چوتھے وعدہ کے مطابق مسیحؑ کے تابعداروں کو یعنی عیسائیوں اور مسلمانوں کو آپ کے منکرین یعنی یہود پر قیامت تک کا غلبہ دیا.
جو ترتیب اللّٰہ تعالٰی نے قرآنی الفاظ کی رکھی ہے اسی کے مطابق جب پچھلے تین وعدے مسلمہ طور پر پورے ہوچکے ہیں، تو ضرور ماننا پڑتا ہے کہ پہلا وعدہ جو مسیح کی وفات سے متعلق تھا وہ بھی پورا ہو چکا ہے.
بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہاں جو لفظ مُتَوَفِّیْکَ کا آیا ہے اس کا مصدر ہے تَوَفّی اور تَوَفّی کےمعنے قبضِ روح یعنی وفات کے نہیں بلکہ اس کے معنے ہیں سارے کا سارا اٹھالینا .
اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ قرآن شریف کے ۲۳ مقامات میں لفظ تَوَفّی قبضِ روح کے معنوں میں استمعال ہوا ہے. اوّل سے آخر تک سارا قرآن پڑھ لو، جب خدا فاعل ہو اور صرف انسان مفعول بہ ہو تو کہیں قبضِ روح کے بغیر اس لفظ کا استمعال نہیں ہوا. لہٰذا یہ ہٹ دھرمی ہے کہ تَوَفّی کا لفظ جب کسی اور انسان، رسول حتٰی کہ حضرت محمدرسولؐ اللّٰہ لے لئے

استعمال ہو وہاں اس کے معنی قبضِ روح کے لئے جائیں اور جب مسیح ناصریؑ کے لئے استعمال ہو وہاں سارے کا سارا اٹھا لینا مراد لیا جائے. یہ کیسا انصاف ہے ؟
دوسرا جواب یہ ہے کہ بخاری شریف مین حضرت عبد اللّٰہ بن عباسؓ جو جلیل القدر صحابی ہیں انہوں نے اس کی تشریح یوں کی ہے :۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُتَوَفِّيْكَ اَیْ مُمِيْتُكَ . (صحیح بخاری. کتاب التفسیر)

یعنی مُتَوَفِّيْكَ کے معنے مُمِيْتُكَ ہیں. یعنی میں تجھے وفات دوں گا.

تیسرا اگر مُتَوَفِّيْكَ کا معنٰی سارےکا سارا اٹھانا ہے تو اس آیت میں رَافِعُكَ کا لفظ مہمل اور بے فائدہ ماننا پڑتا ہے.

چوتھے ۔ حضرت بانی سلسلہ احمیہ نے لفظ تَوَفّی پر ایک چیلنج شائع کیا ہے اور اس پر بھاری انعام مقرر کیا ہے. جس کا جواب آج تک دنیا کا کوئی عالم نہیں دے سکا. اور وہ یہ ہے :۔

جب خدا فاعل ہو اور صرف انسان مفعول بہ ہو تو تَوَفّی کے معنی سوائے قبض روح کے ہر گز اور کوئی نہیں ہو سکتے. (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳)

<u>پانچویں آیت :۔</u> اللّٰہ تعالٰی فرماتا ہے :۔

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًامَّادُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ (سورۃ المائدہ آیت ۱۱۷)

ترجمہ : اور تھا میں ان پرگواہ جب تک ان کے اندر رہا. پس جس وقت تو نے مجھے وفات دی تو پھر تو ہی ان کو دیکھنے والا تھا.

استدلال: ۔

یہ ٹکڑا ایک لمبی آیت کا ہے اس سے پہلے یہ مضمون

ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عیسی بن مریمؑ سے پوچھے گا کہ کیا تو نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ تم مجھے اور میری ماں کو دو خدا مانو اللہ کے سوا ؟ تو اس پر حضرت عیسیٰؑ جواب دیں گے. پاک ہے تیری ذات مجھے زیبا نہیں کہ کہوں وہ بات جس کا مجھے کوئی حق نہیں. اگر میں نے کوئی ایسی بات کہی ہے تو تُو اسے جانتا ہے. تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے لیکن میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے تو بے شک سب غیبوں کا جاننے والا ہے. میں نے ان کو اس بات کے سوا جس کا تو نے مجھ کو حکم دیا تھا اور کچھ نہیں کہا. اور وہ یہ کہ عبادت کرو اس کی جو میرااور تمہارا دونوں کا پروردگار ہے اور میں ان پر نگران رہا ، جب تک کہ میں ان کے درمیان رہا. لیکن اے خدا ! جب تو نے مجھے وفات دیدی تو پھر تو توہی ان کو دیکھنے والا تھا . اور تو ہر ایک چیز پر نگران ہے.

یہ آیت مسیحؑ کی وفات پر دلیل کا ایک سورج چڑھا دیتی ہے. یہاں مسیحؑ صرف دو زمانوں کا ذکر کرتے ہیں. پہلا زمانہ وہ جس میں مسیحؑ اُن کے اندر موجود تھے اور دوسرا زمانہ وفات کے بعد کا زمانہ. مسیحؑ کہتے ہیں کہ میری قوم میں شرک کا دور میری وفات کے بعد شروع ہوا. اب ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائی کئی صدیوں سے شرک میں گرفتار چلے آتے ہیں اور مسیحؑ اقرار کرتے ہیں کہ شرک میری وفات کے بعد شروع ہوا. پس معلوم ہوا کہ مسیحؑ مدت سے وفات پا چکے ہیں.

دوسرا استدلال یہ ہے کہ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ مسیحؑ اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور آخری زمانہ میں قیامت سے پہلے زمین پر نازل ہونگے تو لامحالہ وہ سب عیسائیوں کا شرک اپنی آنکھوں سے

دیکھ لیں گے اور اپنی امّت کے بگاڑ سے پورے واقف ہو جائیں گے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ میری امّت مجھ کو خدا بنا رہی ہے تو اس صورت میں وہ کس طرح اپنی ناواقفیت کا اظہار کر سکتے ہیں. یقیناً مسیحؑ کی طرف سے یہ نَعوذبِاللّٰہ ایک غلط بیانی ہوگی اگر وہ باوجود علم رکھنے کے پھر لاعلمی کا اظہار کریں.

حدیث میں اس آیت کی تفسیر :۔ حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن آنحضرتؐ کے سامنے کچھ لوگ جہنم کی طرف چلائے جائیں گے. حضورؐ فرماتے ہیں میں ان کو دیکھ کر کہوں گا اُصَیْحَابِیْ ، اُصَیْحَابِی یعنی یہ تو میرے صحابہ ہیں، یہ تو میرے صحابہ ہیں، اس پر فرشتے کہیں گے : آپؐ نہیں جانتے یہ لوگ تو آپؐ کے بعد اپنی ایڑیوں کے بل پھر گئے تھے. بنی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ سُن کر میں وہی کہوں گا جو ایک نیک بندے عیسیٰ بن مریمؑ نے کہا :۔

وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًامَّادُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ (بخاری کتاب التفسیر) یعنی جب تک میں ان کے درمیان رہا میں ان پر نگران رہا ، لیکن جب اے خدا تو نے مجھ کو وفات دے دی تو پھر تو ہی ان کو دیکھنے والا تھا.

دیکھئے بنی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے وہی الفاظ اپنے متعلق استمال فرمائے جو حضرت عیسیٰؑ نے ادا کئے تھے. اب یہ ظاہر ہے کہ بنی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم آسمان پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ موت نے ہی آپؐ کو اپنے متنعین سے الگ کیا تھا. یہی معنی عیسیٰؑ کے متعلق لینے چاہئیں.

چھٹی آیت :۔ قرآن شریف میں اللّٰہ تعالیٰ بنی نوع انسان کو مخاطب کرکے فرماتا ہے:۔ فِیْھَا تَحْیَوْنَ

وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ (الاعراف آیت ۲۵) ترجمہ : تم اپنی زندگی کے دن اِسی (زمین) پر ہی کاٹوگے اور اِسی (زمین) پر ہی تمہیں موت آئیگی.

استدلال : ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ وضاحت کے ساتھ فرماتا ہے کہ انسانوں کے لئے یہ مقدر ہوچکا ہے کہ وہ زمین پر ہی زندگی کے دن گزاریں گے اور زندگی کے دن گزارنے کے بعد جب موت کا وقت آئے گا تو ان کی موت بھی زمین پر ہی ہوگی. اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ باوجود ایک انسان ہونےکےکس طرح بجسمِ عنصری آسمان پر جا بیٹھے؟ کیا مسیحؑ کو زندہ آسمان پر پہنچاتے ہوئے(نعوذباللّٰہ) اللّٰہ تعالیٰاپنے اس فیصلہ کو بھول گیا؟ پھر اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے : ۔ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۵ اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا ۵ (سورة المرسلات : ۲٦،۲۵) ترجمہ : ہم نے اس زمین کو ایسا بنایا ہے کہ وہ زندوں اور مردوں کو اپنے پاس رکھنے والی ہے.

اس آیت نے گویا پہلی آیت کی تشریح کر دی ہے اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے زمین کے اندر یہ خاصیت رکھی ہے کہ وہ زندوں اور مردوں کو اپنے ساتھ لگائے رکھتی ہے.

یہ آیت بھی مسیحؑ کے آسمان پر جانے کو غلط ثابت کر رہی ہے.

ساتویں آیت : ۔

جب کفار نے بنی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپؐ سچے رسول ہیں تو ہمیں آسمان پر چڑھ کر دکھائیں پھر ہم مان لیں گے. تو اس کے جواب میں اللّٰہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا کہ اے رسول تو اُنکو جواب دے کہ: قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلاً

(بنی اسرائیل :۹۳) ترجمعہ : پاک ہے میرا رب میں تو صرف ایک انسان رسول ہوں.

استدلال : ۔ اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے صاف فرمایا ہے کہ بشر کا زندہ آسمان پر جانا خدا کی سنت اور وعدہ کے خلاف ہے اور خدا اس بات سے پاک ہے کہ خود اپنے فیصلوں کو توڑے. غور کا مقام ہے کہ کفارِ عرب بنی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم جیسے عظیم‌الشان انسان سے آسمان پر جانے کا معجزہ طلب کرتے ہیں اور اس قسم کا معجزہ دیکھنے پر ایمان لانے کا وعدہ کرتے ہیں لیکن بنی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم صاف جواب دیتے ہیں کہ میں تو صرف ایک بشر ہوں اور کوئی بشر بجسمِ عنصری آسمان پر نہیں جا سکتا. اس آیت کے ہوتے ہوئے اگر ایک عیسائی اس بات کے کہنے کی جرأت کرے تو کرے کہ مسیحؑ آسمان پر چلا گیا. مگر ایک مسلمان کہلانے والا انسان جو مسیحؑ کو ایک انسان اور بنی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے درجہ میں بہت چھوٹا انسان یقین کرتا ہے وہ ایک لمحہ کیلئے بھی اس بات کو قبول نہیں کر سکتاکہ حضرت مسیحؑ اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جا بیٹھے ہیں. ع

غیرت کی جا ہے عیسٰی زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہِ جہاںؐ ہمارا

آٹھویں آیت: اللّٰہ تعالٰی فرماتا ہے کہ :

مَا الْمَسِیْحُ بْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَ اُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ كَانَا یَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ (المائدہ :۷۵)

ترجمہ: اور مسیح صرف ایک رسول تھے. ان سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں. ان کی ماں ایک پاک اور سچی عورت تھیں. وہ دونوں(ماں بیٹا)کھانا کھایا کرتے تھے.

استدلال :۔ اس آیت سے ثابت ہے کہ مسیحؑ اور ان کی والدہ کھانے کے محتاج تھے. اور ان کا مادی جسم بغیر کھانے کے برقرار نہ رہ سکتا تھا.اور اللّٰہ تعالیٰ کا بطور ماضی استمراری یہ بیان کرنا کہ وہ کھانا کھایا کرتے تھے صاف دلالت کرتا ہے کہ اب وہ کھانے کے محتاج نہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ دونوں وفات پا چکے ہیں.

اگر کوئی اعتراض کرے کہ مسیحؑ کا جسم کھانے کے بغیر ہی زندہ اور برقرار ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں محکم طور پر ہمیں یقینی خبر دی ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے تمام انبیاء کے اجسام طعام کے بغیر قائم رہنے والے نہ تھے. چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ (الفرقان : ٢٠)

ترجمہ : ہم نے (اے محمدؐ) تجھ سے پہلے رسول نہیں بھیجے. مگر وہ کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں پھرا کرتے تھے.

اسی طرح ایک اور آیت اس مسئلہ کا قطعی فیصلہ کرتی ہے کہ کسی نبی کا جسم بغیر کھانے کے قائم رہنے والا نہیں اور وہ یہ ہے: وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ .(سورۃ الانبیاء :٨) ترجمہ : اور ہم نے ان نبیوں کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ تھے وہ ہمیشہ رہنے والے.

نویں آیت :

اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے : وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَادُمْتُ حَيًّا (سورۃ مریم آیت ٣١) ترجمہ : (عیسیٰ نے کہا اللّٰہ تعالیٰ نے) مجھے تاکیدی حکم دیا ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں نماز پڑھتا رہوں اور زکوٰۃ ادا

کرتا رہوں.

استدلال: ۔ یہ آیت فیصلہ کرتی ہے کہ اپنی زندگی کے زمانے میں حضرت عیسیٰؑ نماز پڑھتے تھے اور زکوٰۃ بھی دیا کرتے تھے.اب چونکہ وہ وفات پا چکے ہیں اور دارالعمل میں نہیں رہے بلکہ اللّٰہ تعالیٰ کے پاس جنت میں ہیں لہٰذا اب ان پر اُس طرح نہ نماز فرض ہے نہ زکوٰۃ جیسا کہ ہر انسان پر شریعت کی تعمیل زندگی میں ضروری ہوتی ہے نہ مرنے کے بعد. دوسرا اگر وہ آسمان پر زندہ فرض کئے جائیں تو احکام کی پابندی اُن پر اب بھی ضروری ہو گی اور ماننا پڑیگا کہ انکے پاس آسمان پر روپیہ بھی ہو اور زکوٰۃ وصول کرنے والوں کا ایک گروہ بھی موجود ہو اور یہ دونوں باتیں بالبداہت محال ہیں.

وفاتِ مسیحؑ ازروئے احادیث:

یہاں ہم صرف چار احادیث پیش کرتے ہیں جو مسیحؑ کی وفات کو ثابت کرتی ہیں.

۱ ۔ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انّ عِیْسٰی بْنَ مَرْیَمَ عَاشَ عِشْرِیْنَ وَ ما ئَۃَ سَنَۃٍ

(کنزالعمال) ترجمہ : عیسٰی بن مریمؑ ایک سو بیس سال زندہ رہے.

یہ حدیث مسیحؑ کی عمر کا تعیین کرکے صاف طور پر اُن کی وفات پر دلالت کرتی ہے.

۲ ۔ حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَوْ کَانَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی حَیَّیْنِ لَمَاوَسِعَھُمَا اِ لّا اتِّبَاعِیْ

(تفسیر ابنِ کسیر سورۃ الِ عمران) ترجمہ: اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اطاعت کے بغیر چارہ نہ ہوتا. یہ حدیث صاف فیصلہ کرتی ہےکہ

نہ موسٰیؑ زندہ ہیں نہ عیسٰیؑ زندہ ہیں.

۳: ۔ معراج کی حدیث میں آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب میں دوسرے آسمان پر گیا تو میں نے وہاں یحیٰؑ اورعیسٰیؑ کو دیکھا .(الخصائصُ الکبرٰی) اب یہ سب کے نزدیک مسلّم ہےکہ یحیٰؑ فوت ہو چکے ہیں اور ان کی روح جسمِ عنصری سے الگ ہے. اسلئے ثابت ہوا کہ مسیحؑ بھی فوت شدہ ہیں کیونکہ مردوں میں وہی شخص رہتا ہے جو خود فوت شدہ ہو.

۴ ۔ اختلاف حلیتین : ۔ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے دو مسیحوں کا الگ الگ حلیہ بیان فرمایا ہے. آپؐ نے مسیح اسرائیلی کا حلیہ معراج کی رات کے حوالہ سے یوں بیان فرمایا: فَاَمَّا عِیْسٰی اَحْمَرُ جَعْدٌ (بخاری کتاب الانبیاء) ترجمہ: عیسٰیؑ سرخ رنگ اور گھنگریالے بالوں والے تھے.

اور جہاں آپؐ قاتلِ دجال مسیح (جس نے آخری زمانہ میں آنا تھا) کا حلیہ ذکر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں: رَجَلٌ اٰدَمُ سَبْطُ الشَعْرِ (بخاری کتاب الانبیاء) ترجمہ : کہ وہ گندم گوں کھلے (سیدھے) بالوں والا ہے.

پس آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا دو مسیحوں کا الگ الگ حلیہ بیان فرمانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اسرائیلی مسیح اور ہے اور محمدی مسیح دوسرا شخص ہے.

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں. ع

سید جدا کندز مسیحائے احمرم (ازالہ اوہام)

یعنی میرا آقا حضرت محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم مجھے سرخ رنگ والے مسیح سے جدا کرتا ہے.

شہادتِ اکابر امّت :

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حیاتِ مسیحؑ پر تمام مسلمانوں

کا اجماع ہے. لہٰذا احمدی جماعت وفاتِ مسیح مان کر اجماعِ امّت کے بر خلاف چلتی ہے. تو اسکے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے کہ جب قرآن و حدیثِ نبویہؐ سے وفاتِ مسیح ثابت ہوگئی تو قرآن و حدیث کے مقابلہ میں کونسا اجماع پیش ہو سکتا ہے. قرآن نے مسیحؑ کو مار دیا. احادیث سے وفات ثابت ہے. محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فوت ہو کر ثابت کر دیا کہ تمام نبی وفات پا گئے ہیں.

بدنیا گر کسے پائندہ بودے
ابوالقاسم محمدؐ زندہ بودے

صحابہؓ کا پہلا اجماع جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں اس بات پر ہوا کہ تمام انبیاء وفات پا گئے ہیں. پس چند مولویوں کا اجماع کہ عیسیٰؑ آسمان پر زندہ ہیں قرآن و حدیث اور صحابہؓ کے اجماع کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتا. باقی یہ کہنا کہ اس مسئلہ پر تمام امّت کا اجماع ہے غلط ہے. ہمارے پاس امّتِ محمدیہؐ کے بزرگوں کی بیسیوں شہادتیں موجود ہیں جو وفاتِ مسیح کے قائل تھے حضرت مرزا صاحبؑ کے دعوٰی سے پہلے کے لوگوں اور آپؑ کے دعوٰی کے بعد کے لوگوں کی بھی.

بہر حال ہر زمانہ میں ایسے محقق مسلمان ہوتے چلے آئے ہیں جو وفاتِ مسیح کے قائل تھے اور آج کے زمانہ میں بھی جماعت احمدیہ سے باہر ایسے محقق مسلمان موجود ہیں جو علی الاعلان وفاتِ مسیحؑ کو مانتے ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ حیاتِ مسیحؑ پر اجماع ہے غلط دعوٰی ہے. ہم یہاں چند اکابرِ امّت کی شہادت پیش کرتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ حیاتِ مسیح پر ہرگز امّت کا اجماع نہیں ہوا.

۱ ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ صحابی : ۔
حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مُتَوَفِّیْكَ کا معنٰی مُمِیْتُكَ بیان کرکے اپنا عقیدہ صاف ظاہرکیا کہ اُن کے نزدیک مسیحؑ فوت ہو چکے ہیں. (بحوالہ بخاری کتاب‌التفسیر)
۲ ۔ حضرت امام مالکؒ:
ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام مالکؒ وفاتِ مسیح کے قائل تھے. چنانچہ مجمع‌البحار میں لکھا ہے کہ :
وَقَالَ مَالِكٌ' مَاتَ کہ امام مالکؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں.
۳ ۔ امام ابن‌حزمؒ :
کمالین حاشیہ تفسیر جلالین میں لکھا ہے : وَ تَمَسَّكَ ابْنُ حَزمِ بِظَاهِرِ الاٰ يَةِ وَ قَالَ بِمَوْتِه . ترجمہ : امام ابن حزم نے آیت کے ظاہری معنوں سے استدلال کرکے مسیحؑ کی وفات بیان کی ہے.
۴ ۔ مفتیٔ مصر :
مصر کے مشہور متبحّر عالم الازہر یونیورسٹی کے شیخ علامہ محمود شلتوت لکھتے ہیں : ۔
قرآن مجید اور سنت مطہرہ میں کوئی ایسی سند نہیں ہے جس سے اس عقیدہ پر دل مطمئن ہوسکے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور اب تک وہ آسمان پر زندہ ہیں. اور یہ کہ وہی آخری زمانہ میں زمین پر آئیں گے.(الفتاویٰ‌از محمود شلتوت جامعہ‌الازہر)
مفسرِ حجاز : ۔
موجودہ زمانہ میں سعودی عرب‌کے مشہور مفسرِ قرآن علامہ عبدالرحمٰن سعدی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں :
وَ مِنْهَا مَا اَكْرَمَ اللّٰهُ به عِيْسٰى اَنِ انْتَشَرَ اَصْحَابُهٗ فِیْ الْآفَاقِ فِیْ حَيَاتِه وَبَعْدَ مَمَاتِهِ.

ترجمہ:عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے یہ عزت دی کہ آپ کے اصحاب دنیا میں پھیل گئے اُن کی زندگی میں اور اُن کی موت کے بعد.

متفرق شبہات کا ازالہ :

ایک عقلمند اور خدا ترس انسان کے سامنےوفاتِ مسیحؑ پر اتنے دلائل کافی ہوں گے قرآن و حدیث پکار پکار کر گواہی دے رہے ہیں کہ مسیح ناصریؑ فوت ہوچکے ہیں. بزرگان امّت کے حوالہ جات اس کی تائید میں ہیں. سنت اللّٰہ یہی ہےکہ جو شخص مرجاوے وہ زندہ دوبارہ دنیا میں نہیں آتا. لہٰذا ہم انہیں دلائل پر اکتفا کرتے ہیں اور چند شبہات کا یہاں ازالہ کرنا ضروری جانتے ہیں جو اس مسئلہ کے سمجھنے میں روک بنتے ہیں.

پہلا شبہ :

حیاتِ مسیحؑ کا عقیدہ اسلام میں کہاں سے آیا ؟

ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ اگر حضرت مسیحؑ فوت ہوگئے تھے تو عوام الناس مسلمانوں نے حیاتِ مسیحؑ کا عقیدہ کہاں سے لے لیا ؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اسلام کی ترقی کا زمانہ تھا. اس وقت عیسائی لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے اور یہ ایک فطری تقاضا ہے کہ انسان اپنے خیالات کو آہستہ آہستہ چھوڑتا ہے. مثل مشہور ہے کہ رام رام نکلتے ہی نکلے گا اور رحیم کا نام داخل ہوتے ہوتے ہی داخل ہوگا. ان لوگوں کے دلوں سے مسیح ناصریؑ کی بیجا محبت شرک کے مقام سے تو بیشک نیچے گر گئی تھی لیکن ابھی کلی طور پر دل سے نہ نکلی تھی. عیسائی مذہب میں پہلے سے مسیحؑ کی آمدِ ثانی کی پیشگوئی موجود تھی انہوں نے اسلام میں بھی مسیحؑ کی آمدِ ثانی کی خبر

پائی. جس سے فوراً انہوں نے یہ خیال کیا کہ یہ وہی خبر ہے جو عیسائیت میں موجود ہے. پس انہوں نے اعتقاد کر لیا کہ پہلے مسیحؑ خود دوبارہ آئیں گے اور وہ آسمان پر زندہ ہیں اور عوام الناس نے انہیں سے یہ عقیدہ سن کر اپنے دلوں میں راسخ کرلیا. چنانچہ علامہ ابنِ کثیر لکھتے ہیں: فَفِیْ زَادالْمَعَادللْحَافظابن القَیّمہ رَحِمَہُاللّٰہ تعالٰی مَایُذْ کَرُاَنَّ عِیْسٰی رُفِعَ وَ ھُوَابْنُ ثلاث وَّ عَشْرِیْنَ سَنَۃً لاَ یُعْرَفُ بِہٖ اَ ثَرٌ مُتَصَّلٌ یَجبُ الْمَصِیْرُ اِلَیْہِ قَالَ الشَّامِیُّ وَ ھُوَ کَمَا قَالَ فَاِنَّ ذَالِکَ اِنَّمَا یُرْوَی عَنِ النَّصَارٰی . (فتح البیان از علامہ ابنِ کثیر) ترجمہ: حافظ بن قیمؒ کی کتاب زادالمعاد میں لکھا ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ۳۳ سال کی عمر میں اٹھائے گئے اس کی تائید کسی حدیث سے نہیں ہوتی تاکہ اس کا ماننا واجب ہو. شامی نے کہا ہے کہ جیسا کہ ابن القیمؒ نے فرمایا ہے فی الواقعہ ایسا ہی ہے اِس عقیدہ کی بنا حدیثِ رسولؐ پر نہیں بلکہ یہ نصارٰی کی روایات ہیں.

دوسرا شبہ :

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مان لیا حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں، لیکن کیا اللّٰہ تعالٰی قادر نہیں کہ اُنہیں دوبارہ زندہ کرکے دنیا میں لاوے. اسکا جواب یہ ہےکہ مردوں کا زندہ ہو کر دوبارہ دنیا میں آنا اسلامی تعلیم اور سنتِ الٰہیّہ کے سراسر خلاف ہے. قرآن شریف میں اللّٰہ تعالٰی فرماتا ہے : وَحَرَامٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَآ اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ (سورۃ الانبیاء آیت ۹۵) ترجمہ : جن لوگوں کو ہم مار دیتے ہیں ان پر حرام ہے کہ وہ اس دنیا کی طرف واپس لوٹیں.

پھر فرماتا ہے: وَمِنْ وَّرَآ ئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ

(سورۃ المومنون آیت ۱۰۰) ترجمہ : جو لوگ مر جاتے ہیں اُن کے اور اس دنیا کے درمیان ایک روک ہو جاتی ہے جو قیامت کے دن تک رہے گی.

یہ قرآنی آیات فیصلہ کرتی ہیں کہ جو شخص مر جاوے وہ قیامت سے پہلے دنیا میں نہیں واپس آسکتا. پھر نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی ایک حدیث اس مسئلہ کو بالکل صاف کرتی ہے. جنگِ اُحد میں حضرت جابرؓ کے والد شہید ہو گئے. حضورؐ فرماتے ہیں کہ شہادت کے بعد جب ان کی روح خدا کے حضور پیش ہوئی تو اللّٰہ تعالیٰ نے پوچھا تم کیا مانگتے ہو. تو انہوں نے عرض کی، یا باری تعالیٰ میری یہ آرزو ہے کہ میں دوبارہ دنیا میں جاؤں اور پھر تیرے راستہ میں مقامِ شہادت حاصل کروں.اس پرخدا تعالیٰ نے اس جواب میں فرمایا : سَبَقَ الْقَوْلُ مِنِّیْ اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ (ترمذی کتاب التفسیر) ترجمہ: ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ میں پہلے سے فیصلہ کر چکا ہوں کہ جو لوگ مرجاتے ہیں وہ پھر اس دنیا میں واپس نہیں آئیں گے.

تیسرا شبہ:

ایک بڑا شبہ جو عام مسلمانوں کے ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جب احادیث میں صریحاً آتا ہے کہ تم میں ابنِ مریمؑ آئیں گے یا نازل ہونگے تو ہم کیونکر یہ نہ سمجھیں کہ ابنِ مریمؑ تو ایک ہی ہوئے ہیں اور وہ حضرت عیسیٰؑ اسرائیلی نبی ہیں اور وہی بنفسِ نفیس دوبارہ دنیا میں آئیں گے لہٰذا وہ زندہ بھی ہوں گے.

اس کا جواب سجھنے سے پہلے تین امور پر غور کرنا ضروری ہے. اوّل یہ کہ احادیث کے متعلق یہ قاعدہ ہے کہ جو حدیث قرآن شریف یا احادیثِ صحیحہ کے برخلاف نظر آئے اس کے معنے کرتے وقت یہ اصول ذہن نشین

کرنا پڑتا ہے کہ ایسے معنے کئے جائیں جو قرآن اور احادیث صحیحہ کے برخلاف نہ ہوں. اس اصول کی بناء پر جب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن عیسیٰؑ کو وفات شدہ مانتا ہے اور احادیث صحیحہ گواہی دیتی ہیں کہ مسیحؑ فوت ہو گئے اور سنت اللّٰہ بھی اسی کی تائید کرتی ہے تو یہ حدیث جس میں مسیحؑ کی آمدِ ثانی کی پیشگوئی ہے لامحالہ اس کے یہی معنے کئے جائیں گے کہ ابنِ مریمؑ سے مراد کوئی ایسا فرد ہے جو ابنِ مریمؑ کی صفات اپنے اندر رکھتا ہو ، نہ کہ پہلے مسیحؑ ، کیونکہ جب ثابت ہو گیا کہ پہلے مسیحؑ فوت ہو گئے اور قرآن ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ وفات یافتہ انسان دوبارہ دنیا میں آئیں تو ابنِ مریمؑ سے مراد مثیلِ ابنِ مریمؑ ہے. دوسرا امر یہ ہے کہ خود آنحضرتؐ جنہوں نے پیشگوئی کی ہے انہوں نے اس سے کیا مراد لیا ہے. چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابنِ مریمؑ کی جن احادیث میں پیشگوئی بیان کی گئی ہے وہاں ساتھ یہ الفاظ بھی تشریحی طور پر مذکور ہیں کہ آپؐ نے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ (بخاری کتاب الانبیاء) کہ وہ ابنِ مریمؑ جو تم میں آئے گا وہ تمہارا امام ہو گا ، تمہیں میں سے. غرض مسیحِ موعودؑ کے متعلق وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کے الفاظ فرما کر آنحضرتؐ نے سارے جھگڑے کا فیصلہ کر دیا ہے اور شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی کہ یہ مت سمجھنا وہ پہلے مسیحؑ ہیں بلکہ وہ مسیح محمدیؑ تم میں سے ہو گا. الغرض مِنْکُمْ کا لفظ مسیح ناصریؑ کے متعلق ساری امیدوں پر پانی پھیر دیتا ہے.

تیسری یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیئے کہ یہ سنتِ الٰہیّہ ہے کہ جب کبھی کسی نبی کے متعلق اس کی آمدِ

ثانی کی پیشگوئی کی جاتی ہے تو اس سے یہ مراد ہر گز نہیں ہوتی کہ وہ خود دوبارہ دنیا میں آئے گا بلکہ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اسکا کوئی مثیل دنیا میں آئے گا. اس کی ایک مثال ہمیں پہلے نبیوں کی تاریخ میں ملتی ہے. ملاکی نبی کی کتاب میں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ مسیح ناصریؑ سے پہلے الیاسؑ یعنی ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں آئیں گے تب اس کے بعد مسیحؑ آئیں گے. اب اس پیشگوئی سے یہود یہی سمجھے کہ وہ ایلیا جو پہلے گزر چکے ہیں وہی بذاتِ خود نازل ہوں گے اور اسکے بعد موسوی سلسلہ کے مسیحؑ آئیں گے. اس لئے جب حضرت عیسیٰؑ نے مسیحیت کا دعویٰ کیا تو یہود نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ ہماری کتابوں میں تو یہ لکھا ہے کہ مسیحؑ سے پہلے ایلیا نبی آسمان سے اترے گا. چونکہ ایلیا ابھی تک نہیں آیا لہٰذا عیسیٰؑ کا دعویٰ سچا نہیں ہو سکتا. اسکا جواب عیسیٰؑ نے سنت اللّٰہ کے مطابق یہ دیا کہ ایلیا کی جو پیشگوئی کی گئی تھی اس سے خود ایلیا کا آنا مراد نہیں تھا، بلکہ وہ استعارہ کے رنگ میں ایسے نبی کی خبر تھی جو ایلیا کی خو بو پر آئے گا. اور وہ آچکا ہے اور وہ یحییٰؑ ہے جس کی آنکھیں ہوں دیکھے (متی باب ۱۱). لیکن ظاہر پرست یہودی اس بات پر جمے رہے کہ خود ایلیا کا دوبارہ آنا لکھا ہے اس لئے یحییٰؑ کا آنا اُس کا آنا نہیں ہو سکتا اور اس طرح وہ نجات سے محروم رہ گئے. اس مثال سے یہ بات اظہرمن الشمس ہو جاتی ہے کہ پیشگوئیوں میں آئندہ آنے والے مصلحین کے جو نام بتائے جاتے ہیں ان کو ہمیشہ ظاہر پر محمول کرنا سخت ہلاکت کی راہ ہے. پس ابنِ مریمؑ کی پیشگوئی بھی اسی سنتِ الٰہیّہ کے

مطابق پوری ہوئی اور امّتِ محمدیہ ؐ میں سے ایک ایسا فرد پیدا ہوا جس کا نام آسمان پر ابنِ مریم رکھا گیا.

چوتھا شبہ:

ایک شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں صرف عیسیٰؑ کے بارے میں یہ ذکر ہےکہ: بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (سورۃ النساء آیت ۱۵۸) ترجمہ: اللّٰہ تعالیٰ نے (حضرت عیسیٰؑ کو) اپنی طرف اٹھا لیا.

لہٰذا ثابت ہواکہ عیسیٰؑ آسمان پر اٹھا لئے گئے اور وہ زندہ ہیں. اس کا جواب یہ ہےکہ بیشک حضرت عیسیٰؑ کے متعلق رفع کا لفظ آتا ہے مگر سوال تو یہ ہےکہ کس طرح اور کس طرف رفع ہوا. قرآن شریف کے الفاظ یہ ہیں : بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ یعنی اللّٰہ تعالیٰ نے مسیحؑ کو اپنی طرف اٹھا لیا. اب اگر خدا کی طرف اٹھائے جانے کے معنے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے کئے جائیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا تعالیٰ آسمان تک محدود ہے؟ کیا اسلامی تعلیم کی رو سے خدا ہر جگہ حاضروناضر نہیں؟ کیا وہ زمین پر موجود نہیں؟

تو جب خدا ہر جگہ موجود ہے تو مسیحؑ کے رفع الی اللّٰہ کا معنی یہ ہوئے کہ وہ خدا کا مقرب بندہ تھا اور اس کی روح کا خدا کے ساتھ تعلق تھا. نہ یہ کہ وہ آسمان پر چلا گیا.تمام مقربان الٰہی آسمان(خدا)کی ہی طرف اٹھائے جاتے ہیں اس میں مسیحؑ کی کوئی خصوصیت نہیں. یہ چند آیات اس معنی کو واضح کرتی ہیں.

۱ ۔ ہر نیک انسان کو خدا تعالیٰ کہتا ہے: يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ (الفجر آیت ۲۷) ترجمہ : اے اطمنان یافتہ نفس تو اپنے خدا کی طرف لوٹ آ.

۲ ۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں بلعم باعور کی نسنت فرمایا: وَلَوْشِئْنَالَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَی ا لْاَرْضِ (الاعراف آیت ۱۷٦) ترجمہ: اگر ہم چاہتے تو نشانوں کے ذریعہ اُس کا رفع کرتے (یعنی درجات بلند کرتے)، لیکن وہ تو خود زمین کی طرف جھک گیا.

۳ ۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا : اِنِّی ذَاھِبٌ اِلٰی رَ بِّی (الصافّات آیت ۹۹) ترجمہ: میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں.

۴ ۔ ہر مسلمان اس کلمہ سے واقف ہے : اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرہ آیت ۱۵٦) ترجمہ: ہم اَللّٰہ ہی کے لئے ہیں اور اللّٰہ ہی کی طرف ہم جائیں گے.

ہاں کافروں اور بد کاروں کے متعلق ہے کہ اُن کی ارواح آسمان پر نہیں جا سکتیں. جیسا کہ فرمایا : اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْابِاٰیٰتِنَاوَسْتَکْبَرُوْاعَنْهَالَاتُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ (الاعراف آیت ۴۰) ترجمہ: مکذبوں اورمتکبروں کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے.

اسی طرح حدیثوں میں آتا ہے کہ آنحضورؐ نماز میں دو سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے : وَارْفَعْنِیْ (ابنِ ماجہ ابواب الصلوۃ) یعنی اے اللّٰہ مجھے رفع (درجات کی بلندی) عطا فرما. الغرض یہ بات یقینی ہے کہ اللّٰہ تعالٰی کے کلام میں اور نبیوں کی اصطلاح میں رفع سے مراد رفع روحانی ہوتا ہے نہ کہ رفع جسمانی اور ظاہر ہے کہ رفع روحانی میں مسیحؑ ناصری کی قطعاً کوئی خصوصیت نہیں ہے. باقی یہ بات جاننی ضروری ہے کہ اس آیت میں مسیحؑ کے رفع کا کیوں ذکر کیا گیا ہے. تو آیت کے سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ یہودیوں کے زعم میں مسیحؑ صلیب پر مر گئے تھے اور توریت کی رو سے وہ یہ عقیدہ

رکھتے تھے کہ جو نبی صلیب پر مرے وہ لعنتی اور جھوٹا ہوتا ہے (گلتیون باب ۳ آیت ۱۳) لہٰذا اس کی روح ناپاک ہوتی ہے. اور اس کا خدا تعالٰی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور اس کا رفع نہیں ہوتا. اس طرح یہود مسیحؑ کا نعوذباللّٰہ ملعون اور کاذب ہونا ثابت کرتے تھے ان کے اس دعوٰی کے جواب میں اللّٰہ تعالٰی نے فرمایا : وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَ لٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ ....وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا ٥ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ (النساء آیت ۱۵۸ ۔۱۵۷) یعنی یہود نے نہ تو مسیحؑ کو قتل کیا اور نہ ہی صلیب پر لٹکا کر مارا بلکہ اصل میں واقعہ یہ ہواکہ مسیحؑ انکی نظروں میں مشابہ بالمقتول المصلوب بنا دیئے گئے ....مگر وہ ہر گز مسیحؑ کے مارنے پر قادر نہیں ہوئے بلکہ مسیحؑ کو اللّٰہ تعالٰی نے اپنی طرف اٹھا لیا.

یعنی اللّٰہ تعالٰی‌نے انکے جھوٹے عقیدہ اور غلط نتیجہ کا ردّ بیان کیا کہ تمہارا یہ خیال کہ مسیحؑ صلیب پر مرے لہٰذا ملعون ہوئے اور ان کا رفع الی اللّٰہ نہیں ہوا غلط ہے. مسیحؑ ہرگز ملعون ہو کر صلیب پر نہیں مرے بلکہ وہ صلیب سے زندہ اتارے جانے کے بعد طبعی موت مرے اور انکی روح خدا کے مقرب بندوں کی طرح عزّت کے ساتھ اٹھائی گئی.

<u>واقعہ صلیب:</u>

یہاں مجمل طور پر ہم عرض کئے دیتے ہیں کہ واقعہ صلیب کے متعلق بہت سا اختلاف چلا آتا ہے.

(۱) یہود کہتے ہیں: مسیح صلیب پر مرے تھے لہٰذا وہ جھوٹے تھے.

(۲) عیسائی کہتے ہیں واقعی مسیح صلیب پر مرے اور دنیا کی نجات کے لئےکفارہ ہوئے. کفارہ کی موت کے

بعد وہ دوبارہ زندہ ہوئے اور (نعوذباللّٰہ) خدا کا بیٹا ہونے کی وجہ سے بجسمِ عنصری آسمان پر چلے گئے اور خدا کے داہنے ہاتھ جا بیٹھے

(۳) عام مسلمان کہتے ہیں کہ جب مسیحؑ صلیب کے کمرہ میں لیجائے گئے توخدا نے ان کو صحیح سالم آسمان پر اٹھالیا. اور ایک دوسرا شخص مسیحؑ کا ہم شکل بنایا گیا. اور یہود نے اس کو صلیب پر مار دیا .اور مسیحؑ صلیب سے دوچار ہی نہیں ہوئے.

(۴) لیکن جماعت احمدّیہ کا عقیدہ ازروئے قرآن یہ ہے کہ مسیحؑ بیشک صلیب پر لٹکائے گئے لیکن خداتعالٰی نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کو صلیب سے زندہ بچا لیا.

یہودی سمجھے کہ مسیحؑ مر گئے اور ان کی لاش شاگردوں کے حوالہ کر دی گئی. حلانکہ اس وقت ان کی حالت مقتول اور مصلوب کے مشابہ ہوگئی تھی.

شاگرد ان کو لے گئے اور ان کا علاج معالجہ کیا. اللّٰہ تعالٰی نے ان کو شفا دی. اور پھر آپؑ ہجرت کرکے براستہ افغانستان کشمیر پہنچے اور ایک سو بیس سال کی عمر میں اپنی طبعی موت سے وفات پائی اور ان کی قبر کشمیر سری نگر محلہ خانیار میں موجود ہے اس کے دلائل دیکھنے ہوں تو حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب (مسیح ہندوستان میں) میں ملاحظہ کیجیئے.

<u>پانچواں شبہ :</u>

ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ حدیثوں میں مسیحؑ کی آمدِثانی کے متعلق نزول کا لفظ استمال ہوا ہے لھذا نزول تب ہی ثابت ہو سکتا ہے جبکہ مانا جائے کہ مسیحؑ آسمان پر موجود ہیں. اس کا جواب یہ ہے کہ کسی صحیح حدیث میں حضرت عیسیٰؑ کے متعلق آسمان یا زندہ کا لفظ ہرگز نہیں پایا جاتا. بلکہ بانیؑ جماعت

احمدیہ کا یہ چیلینج دنیا میں شائع ہو چکا ہے (روحانی خزائن جلد ۳) کہ اگر کوئی شخص ایک بھی مرفوع متصل صحیح حدیث ایسی پیش کرکے جس میں مسیح کے متعلق زندہ آسمان پر جانے یا زندہ آسمان سے اترنے کے الفاظ نبی کریمؐ نے فرمائیں ہوں تو اسے انعام دیا جائے گا. اور آج تک اس چیلنج کو کوئی نہیں توڑ سکا.

لہٰذا خوامخواہ نزول کے ساتھ آسان یا زندہ کےالفاظ جوڑنا محض دھینگا مشتی ہے. ہاں بیشک نزول کا لفظ موجود ہے لیکن نزول عربی زبان کا لفظ ہے. قرآن، احادیث، لغت عرب میں ہر گز اس کا مفہوم آسمان سے اترنا نہیں لیا جاتا .بلکہ اعزاز کےلئے مہمان پر نزیل کا اطلاق کیا جاتا ہے.علاوہ ازیں خاص طور پر وہ چیز جو خدا تعالیٰ کے حکم سے زمین پر پیدا ہو اور اُس میں بنی نوع انسان کیلئے خاص فوائد مضمر ہوں اس پر بھی نزول کا لفظ بولا جاتا ہے. جیسا کہ خود اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۱) قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا (اطلاق : ۱۰)

یعنی اللّٰہ تعالیٰ نے تمھاری طرف یاد کرنے والا رسول بھیجا ہے.

اس ایت میں نبی کریمؐ کے متعلق نزول کا لفظ استمعال کیا گیا ہے. ہر کوئی جانتا ہے کہ آپؐ کا جسم آسمان سے نہیں اترا.

(۲) وَ اَنْزَ لْنَا الْحَدِیْدَ (سورة الحدید : ۲۵)

یعنی ہم نے لوہا اتارا.

حالانکہ لوہا کانوں سے نکلتا ہے آسمان سے نہیں اترتا

(۳) قَدْ اَنْزَ لْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا (سورة الاعراف : ۲۶)

یعنی ہم نے تمپر لباس اتارا.

اس آیت میں لباس کے متعلق نزول کا لفظ استعمال ہوا حالانکہ لباس تو روئی وغیرہ سے زمین پر تیار کیا جاتا ہے.

(۴) وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ ا لْاَنْعَامِ (سورۃ الزمر : ٦)

یعنی خدا نے تم پر چوپائے اتارے.

حالانکہ گھوڑے ، گدھے، بیل وغیرہ سب زمین پر پیدا ہوتے ہیں. پس ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ جو چیز خدا تعالٰی کے حکم سے زمین پر پیدا ہو اس پر نزول کا اطلاق ہوتا ہے. پس لفظ نزول سے یہ نتیجہ نکالنا کہ مسیحؑ آسمان سے نازل ہونگے سخت غلط راہ ہے جس سے ہر عقلمند کو پرہیز لازم ہے.

چھٹا شبہ :

ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ اگر بشر آسمان پر نہیں جاسکتا تو آنحضرتؐ معراج کی رات کس طرح آسمان پر پہنچ گئے اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے کہ آنحضرتؐ کا معراج جسم عنصری کے ساتھ نہیں ہوا تھا بلکہ وہ نہایت لطیف قسم کا کشف تھا جو نبی کریمؐ کو دکھایا گیا. آپؐ کا مادی جسم ہر گز آسمان پر نہیں لے جایا گیا. دلائل ملاحظہ ہوں:

(۱) اگر حضورؐ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جا سکتے تھے تو آپؐ نے کفار مکہ کو یہ جواب کیوں دیا کہ : هَلْ كُنْتُ اِ لَّا بَشَرًارَّسُوْلاً (بنی اسرائیل : ۹۳)

یعنی میں تو بشر اور رسول ہوں آسمان پر نہیں جاسکتا

(۲) جس سورۃ میں معراج کاذکر ہے وہاں اللّٰه تعالٰی نے تصریح کردی ہے کہ معراج ایک رویا تھی. یعنی ایک کشف تھا جو آپؐ کو دکھلایا گیا. اللّٰه تعالٰی فرماتا ہے : وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْ يَاالَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِ لَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (بنی اسرائیل : ٦٠) یعنی ہم نے جو رویا تجھے دکھلائی

ہے وہ لوگوں کے لئے ایک امتحان کے طور پر ہے.
(۳) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے. وہ فرماتی ہیں. خدا کی قسم حضور کا جسم زمین سے جدا نہیں ہوا تھا. (الکشاف از علامہ محمود بن عمر زمخشری)
(۴) بخاری جو حدیث کی کتابوں میں مسلمہ طور پر صحت کے لحاظ سے اوّل نمبر پر ہے اس میں لکھا ہے:
ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (بخاری کتاب التوحید)
یعنی نبی کریمؐ معراج میں یہ سب نظارے دیکھنے کے بعد بیدار ہوگئے اور اس وقت آپؐ مسجد حرام میں تھے.
اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ معراج ایک نہایت لطیف رویا تھا جو بصورت کشف دکھایا گیا نہ کہ بصورت جسم عنصری.

ساتواں شبہ :-
ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی والدہ کا نام تو مریم نہ تھا. پس آپؑ ابنِ مریم نہ ہوئے.
اس کا جواب یہ ہے :-
۱ - کہ ابنِ مریم حضرت عیسیٰؑ کا ایک لقب اور نام تھا وہی لقب اور نام استعارۃً حضرت مسیح موعودؑ کو دیا گیا اس لئے کہ آپؑ میں حضرت عیسیٰؑ کی صفات پائی گئیں اور عربی زبان کا یہ قاعدہ ہے ادنیٰ مناسبت کی بناء پر بعض کو بعض کا نام دیا جاتا ہے. بخاری شریف میں ہے کہ کفار مکہ حضورؐ کو موحد سمجھ کر ابن ابی کبشہ کا لقب دیتے تھے حالانکہ ان کو یقین تھا کہ آپ ابی کبشہ کے بیٹے نہیں. ان کا مطلب یہ تھا کہ محمد رسولؐ اللہ انہیں باتوں کا پرچار کرتے ہیں جو پہلے زمانہ میں ابی کبشہ ایک موحد شخص کیا کرتا تھا.

۲ ۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ جس طرح مسیح ابنِ مریم ناصریؑ موسوی سلسلہ کے خاتم الخلفاء تھے اسی طرح محمدیؐ مسیحؑ محمدیؐ سلسلہ کا خاتم الخلفاء تھا اس لئے وہی نام ان کو دیا گیا.

۳ ۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ چونکہ آخری زمانہ کے موعود کا ایک بڑا کام یہ تھا کہ وہ صلیبی مذہب کے زورکو توڑے گا اس لئے حضرت عیسیٰؑ کی مماثلت میں آنے والے کا نام عیسیٰؑ اور ابنِ مریم رکھا گیا.

حضرت مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں ع

چوں مرا حکم از پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

مسئلہ وفات مسیحؑ کے متعلق ایک پیشگوئی

اب ہم نو قرآنی آیات اورچار آحادیث اور پانچ شہادات اکابرِ امّت کے پیش کرنے اور چند شہبات کے ازالہ کے بعد اس مضمون کو ختم کرتے ہیں. اللّٰہ تعالیٰ پڑھنے والوں کو اور خاکسارکو اس سے نفع عطا فرمائے آمین .

اور آخر میں حضرت مرزا صاحبؑ بانیؑ سلسلہ احمدیہ کی ایک پیشگوئی مسئلہ وفات مسیحؑ کے متعلق درج کرتے ہیں ،آپؑ فرماتے ہیں : ۔

مسیح موعود کا آسمان سے اُترنا محض جھوٹا خیال ہے یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا .اور پھران کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا. اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے

بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی. تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہیں اُترا. تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہوجائیں گے. اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے. اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا. میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا. اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے. (تذکرہ الشہادتین، روحانی خزائن جلد ۲۰)